اعمال میں دائیں اور بائیں کا شرعی معیار

از: مولانا اختر امام عادل قاسمی
مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور، بہار

ادھر کچھ عرصہ سے عوام میں ایک مسئلہ دلچسپی کا موضوع بنا ہوا ہے، اور اہل ذوق کی طرف سے اس ضمن میں سوالات بھی آتے رہتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے؟ دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں؟ بہتر اور سنت سے قریب تر طریقہ کیا ہے؟

نئے مسائل کو حل کرنے کا طریقہ

اس ضمن میں سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اسلامی تاریخ کی اب تک کی روایت یہ رہی ہے کہ جب بھی کوئی نئی صورت حال پیش آئی ہے اور امت کسی نئے مسئلے سے دوچار ہوئی ہے تو اس کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر دو طریقے اختیار کیے گئے ہیں:

(۱) اس ضمن میں اسلام کی اصولی ہدایات کیا ہیں؟

(۲) سلف کا تعامل کیا رہا ہے؟

اسلام کی چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے علماء نے اپنے عہد کے مسائل کو اسی اصول پر حل کیا ہے، اور آج بھی جب کسی مسئلہ پر غور کیا جائے گا تو اسی روشنی میں غور کیا جائے گا۔

گھڑی کس ہاتھ میں باندھیں؟

ہاتھ میں گھڑی باندھنے کا رواج عہد نبوت میں نہیں تھا اور نہ قدیم عہد اسلامی میں اس کا وجود ملتا ہے؛ اس لیے ظاہر ہے کہ نہ قرآن وحدیث میں اس سلسلے میں صریح ہدایت مل سکتی ہے اور نہ ہمارے فقہاء کے یہاں اس ضمن میں کسی صراحت کی امید ہے.... ہاتھ گھڑی خالص عہد جدید کی پیداوار ہے، پچھلے ادوار میں دھوپ گھڑی کا رواج تھا.... پھر بڑے ٹاوروں کی شکل میں ''گھنٹہ گھر'' بنائے گئے، جس کا نظام حکومت یا کسی امیر کبیر کے ہاتھ میں ہوتا تھا عام لوگوں کو اس کے انتظام سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا، وہ صرف اس سے استفادہ کرتے تھے، پھر آہستہ یہ عام

لوگوں کے دسترس میں آئی تو دیوار گھڑی اور پھر ٹیبل گھڑی وجود میں آئی ،مگر اس عہد تک اس کا استعمال انفرادی نہیں؛ بلکہ اجتماعی تھا،یعنی ایک پوری جماعت (چھوٹی یا بڑی)اس سے استفادہ کرتی تھی ،لیکن اس کے بعد سائنس نے اور ترقی کی اور انفرادی استعمال کے لیے جیب گھڑی وجود میں آ گئی، ان تمام ادوار میں یہ سوال کبھی منظر عام پر نہیں آیا کہ گھڑی دائیں دیوار پر لگائی جائے یا بائیں دیوار پر، گھڑی دائیں جیب میں رکھی جائے یا بائیں جیب میں؟ اس کا استعمال ہر شخص اپنی سہولت کے لحاظ سے کرتا تھا؛ لیکن سائنس کی بے پناہ ترقی کے بعد جب ہاتھ گھڑی وجود میں آئی تو مدت ایجاد سے کافی عرصہ کے بعد یہ سوال ابھر کر سامنے آیا کہ گھڑی دائیں ہاتھ میں باندھی جائے یا بائیں ہاتھ میں؟ اس کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں؛ لیکن بہرحال یہ سوال اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے کہ گھڑی کے استعمال کا افضل طریقہ کیا ہے؟

ایک رائے

اس تعلق سے ایک بالکل ابتدائی رائے جو کسی بھی عام مسلمان کے ذہن میں پہلی بار آتی ہے یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں باندھنا چاہیے؛ اس لیے کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے، ....دراصل اس فکر کی بنیاد وہ روایات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ معمول دائیں سے شروع کرنا بتایا گیا ہے، یہ روایات بہت سی کتب حدیث میں موجود ہیں،مثلاً:

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ

کان النبی ﷺ یعجبہ التیمن فی تنعلہٖ و ترجلہٖ وطھورہٖ وفی شانہٖ کلہ.

(صحیح البخاری ج ۱ص ۴۷ حدیث نمبر ۱۶۶،ط دار ابن کثیر الیمامۃ بیروت ۱۹۸۷ء وغیرہ)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ اپنے نعل مبارک اور کنگھا کے استعمال اور طہارت وغیرہ؛ بلکہ ہر معاملے میں دایاں کو پسند فرماتے تھے۔

اصل ضابطہ

مگر میرے نزدیک یہ خیال ہر معاملے کے لیے درست نہیں ہے،اور نہ اس کو پوری زندگی کے لیے دائمی قانون کا رنگ دیا جاسکتا ہے:

❁ اس لیے کہ قانون اسلامی میں کہیں بھی اس کو قاعدۂ کلیہ کے طور پر پیش نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ کئی چیزیں اس کے برعکس موجود ہیں،جن میں دایاں کے بجائے بائیں سے شروع کرنے کو ترجیح دی گئی ہے،اور کئی ایسی چیزیں بھی آپ کو نظر آئیں گی جن میں دایاں اور بایاں میں سے کسی

کو بھی ترجیح حاصل نہیں ہے،....

علامہ ابن الحاجؒ المالکی نے مذکورہ حدیث میں تین چیزوں کے ذکر کو علامتی قرار دیا ہے، ان کے بقول انسان کے جائز اعمال یا تو واجب ہونگے یا مستحب یا مباح، حدیث میں طہور سے جنس واجبات کی طرف، ترجل سے جنس مندوبات کی طرف اور تنعل سے جنس مباحات کی طرف اشارہ ہے، یعنی واجبات، مستحبات اور مباحات تمام میں دائیں سے ابتدا کرنا پسندیدۂ نبوی ہے (المدخل لابن الحاجؒ (م ۷۳۷ھ) ج ۲ ص ۲۸۰)

فقہاء ومحدثین نے اس سلسلے کی تمام روایات وآثار کو سامنے رکھ کر ایک عمومی ضابطہ مقرر کیا ہے، اور اس ضمن میں کچھ اعمال وافعال کی نشاندہی بھی کی ہے، اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

ایسے اعمال جن میں دائیں بائیں کی تخصیص نہیں

(۱) ایسے اعمال جن کو دائیں اور بائیں دونوں جانب بیک وقت انجام دیا جانا ممکن ہو، ان میں کسی جانب کو ترجیح حاصل نہ ہوگی؛ بلکہ دونوں کو عمل میں یکساں طور پر شامل کیا جائے گا، مثلاً وضو میں دونوں ہتھیلیاں اور دونوں رخسار ساتھ دھلے جائیں گے،، سر کا اور دونوں کانوں کا مسح ساتھ کیا جائے گا، وغیرہ (عمدۃ القاری شرح البخاریؒ للعینیؒ ج ۴ ص ۲۷)

دائیں سے شروع ہونے والے اعمال

(۲) ایسے اعمال جن میں درج ذیل شرائط پوری ہوتی ہوں ان کو دائیں جانب سے شروع کیا جائے گا:

- دائیں اور بائیں کو بیک وقت کرنا ممکن نہ ہو۔
- عمل قابل تکریم ہو یعنی اس سے فضیلت وشرف کا اظہار ہوتا ہو۔
- یا وہ عبادات کے قبیل سے ہو اور بذات خود مطلوب ہو، یعنی زندگی یا دین کی دائمی ضروریات میں شامل ہو....

اس کی مثال میں بعض ان اعمال کی نشاندہی کی جاتی ہے، جن کا تذکرہ حدیث یا فقہ اسلامی کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ آیا ہے:

مسجد یا گھر میں داخل ہونا

صحابیِ رسول حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

من السنة إذا دخلت المسجد أن تبدأ برجلك اليمنىٰ وإذاخرجت أن تبدأ

برجلك اليسرىٰ (اخرجهٗ الحاكم ج۱ ص ۲۱۸ ط، دائرة المعارف العثمانية)

ترجمہ: سنت طریقہ یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوں تو دائیں پاؤں سے شروع کریں اور جب نکلیں تو بائیں پاؤں سے شروع کریں۔

جوتا چپل پہننا

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا انتعل احدكم فليبدأ باليمين وإذا نزع فليبدأ بالشمال (صحیح بخاری مع الفتح ج۱۰ ص۳۱۱ ط السلفیۃ، صحیح مسلم ج۳ ص۱۶۶۰ ط الحلبی)

ترجمہ: کوئی جوتا پہنے تو دائیں سے شروع کرے اور اتارے تو بائیں سے شروع کرے۔

کنگھا استعمال کرنا

حضرت عائشہ والی روایت میں کنگھا کا صاف ذکر ہے۔

وضو میں ہاتھ پاؤں دھونا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا لبستم وإذا توضأتم فابدؤا بميامنكم (ابوداؤد ج۴ ص۳۷۹ ط عزت عبید دعاس، نوویؒ نے ریاض الصالحین میں اس کو صحیح قرار دیا ہے (ص۳۳۷ ط الرسالۃ)

ترجمہ: جب تم کپڑے پہنو اور وضو کرو تو دائیں سے شروع کرو۔

اعضاء تیمّم پر مسح کرنا

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دائیں طرف کے اعضاء پر مسح فرمایا الحدیث۔ (سنن ابی داؤد باب التیمم ج۱ ص۱۲۶ حدیث نمبر۳۲۱ ط دارالکتاب العربی بیروت)

نماز کی صفوں میں شامل ہونا

حضرت براء بن عازبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

كنا إذاصلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه (صحیح مسلم ج۱ ص۴۹۲ ط الحلبی)

ترجمہ: جب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم چاہتے تھے کہ آپ کی دائیں طرف کھڑے ہوں۔

کھانا پینا

حضرت حفصہؓ بیان فرماتی ہیں:

أن رسول اللہ ﷺ کان یجعل یمینہٗ لطعامہٖ وشرابہٖ وثیابہٖ ویجعل شمالہٗ لما سویٰ ذلک (ابوداؤد ج۱ص۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑوں کے لیے استعمال فرماتے تھے، اور بایاں ہاتھ ان کے علاوہ دیگر کاموں کے لیے۔

کپڑے پہننا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

کان النبی ﷺ إذالبس قمیصاً بدأ بمیامنہٖ (ترمذی ج۴ص۲۳۹ط الحلبی،)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ قمیص کو دائیں جانب سے پہنتے تھے۔

خف یا موزہ کا استعمال بھی دائیں طرف سے ہونا چاہیے، (بدائع الصنائع للکاسانیؒ ج۱ص۱۴۹، مغنی المحتاج ج۱ص۶۷، المغنی لابن قدامہؒ ج۱ص۲۹۸)

مسواک کا ذکر بھی احادیث میں آیا ہے، (سنن ابی داؤد ج۴ص۱۱۸ط دارالکتاب العربی بیروت) اس کو دایاں ہاتھ سے پکڑنا اور منہ میں دائیں طرف سے شروع کرنا مسنون ہے، (مغنی المحتاج ج۱ص۱۵۵، المغنی لابن قدامہؒ ج۱ص۹۶)

ناخن کاٹنا

ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن کاٹنے میں بھی دائیں سے آغاز کرنا مسنون ہے، (تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج ج۳ص۶۷۴، مغنی المحتاج ج۴ص۲۹۶، المغنی لابن قدامہؒ ج۱۰ص۸۷)

سر مونڈانا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقعہ پر رمی اور نحر کے بعد حلاق کو طلب فرمایا اور پہلے دائیں اور پھر بائیں جانب حلق فرمایا اور پھر وہ بال لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے عنایت فرمایا (دیکھیے صحیح مسلم ج۲ص۹۴۷ط الحلبی)

نماز میں سلام پھیرنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

أن النبی ﷺ کان یسلم عن یمینہٖ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یریٰ بیاض خدہٖ الایمن وعن یسارہٖ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ حتیٰ یریٰ بیاض خدہٖ الایسر

(نسائی ج ۳ص ۶۴ ط المکتبة التجاریة ، التلخیص لابن حجرؒ ج ۱ص ۲۷۰ ط شرکة الطباعة الفنیة المتحدة)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا دائیں رخسار نظر آتا تھا پھر بائیں جانب سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ بائیں رخسار نظر آنے لگتا تھا۔

اذان

❁ مؤذن حیعلتین میں پہلے دائیں جانب التفات کرے گا پھر بائیں جانب، حضرت بلالؓ کا معمول یہی تھا (بدائع الصنائع ج ۱ص ۱۴۹)

❁ نومولود بچہ کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ دائیں کان سے پہلے دی جائے ، (تحفۃ المحتاج ج ۹ص ۳۷۶، مغنی المحتاج ج ۴ص ۲۹۶)

غسل میت

میت کو غسل دیتے وقت دائیں جانب سے آغاز کرنا مسنون ہے، حضرت ام عطیہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے انتقال کے موقعہ پر طریقۂ غسل کے تعلق سے ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

إبدأن بمیامنها ومواضع الوضو منها (اخرجہ البخاری ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۰ ط: السلفیة ، صحیح مسلم ج ۲ص ۶۴۷ ط الحلبی)

ترجمہ: دائیں جانب اور مقامات وضو سے شروع کرو۔

مجلس میں کسی چیز کی تقسیم

مجلس میں کسی مشروب یا کھانے پینے کی چیز کی تقسیم میں بھی دائیں سے ابتدا کی جائے گی، اگرچہ بائیں جانب زیادہ اہل شرف لوگ موجود ہوں، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں دودھ پیش کیا گیا آپ نے اسے تناول فرمایا، آپ کی دائیں طرف ایک اعرابی بیٹھے ہوئے تھے، اور بائیں طرف حضرت ابوبکرؓ تشریف فرما تھے حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا، یارسول اللہ! کیا ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کروں؟ لیکن دودھ اعرابی کو پیش کیا گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا " الایمن فالایمن" دایاں تو دایاں ہے (فتح الباری مع البخاری ج ۱۰ ص ۸۶ ط السلفیة)

سونے کی حالت

سونے میں بھی دائیں کروٹ لیٹنا مستحب ہے، حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ كان إذا آوى إلیٰ فراشه نام علیٰ شقه الايمن (بخاری مع الفتح ج۱۱ص۱۱۵ط السلفیۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی دائیں کروٹ آرام فرماتے تھے۔

۞طواف بھی خانۂ کعبہ کے دائیں سے شروع کیا جائے گا، فقہاء نے اس کو واجبات میں شمار کیا ہے (الموسوعۃ الفقہیۃ ج۴۵ص۲۹۶)

۞اسی طرح مسجد میں بیٹھنا، ۞سرمہ لگانا، ۞مونچھ تراشنا، ۞زیر بغل صاف کرنا، ۞مصافحہ کرنا ۞حجر اسود کو بوسہ دینا ۞رمی جمار کرنا وغیرہ ان تمام اعمال کو، دائیں طرف سے شروع کرنا افضل ہے (تفصیلات کے لیے دیکھیے: مغنی المحتاج ج۳ص۲۵۰، فتح الباری علی شرح صحیح البخاریؒ لاحمد بن حجر العسقلانیؒ ج۱ص۲۶۹، ۲۷۰ط دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ، حاشیۃ محمد بن عبدالہادی السندیؒ (۱۱۳۸ھ) ج۱ص۳۶۵، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاریؒ لبدرالدین العینیؒ (م۸۵۵ھ) ج۴ص۲۷۳، ۲۷۴)

بائیں سے شروع ہونے والے اعمال

ایسے اعمال جو قابل تکریم نہ ہوں، جن میں ازالہ وترک کا مفہوم پایا جاتا ہو، ان میں بائیں جانب کو ترجیح حاصل ہوگی، مثلاً مسجد سے باہر نکلنا، بیت الخلا جانا، استنجا کرنا، ناک صاف کرنا، بدن سے کپڑے اتارنا، پاجامہ، جوتے، اور خف نکالنا، وغیرہ،....ان میں سے اکثر باتوں کا تذکرہ احادیث اور کتب فقہ میں آیا ہے (مکمل ضابطہ اور اصولی بحث کے لیے دیکھیے:، حاشیۃ الالبانی علیٰ ابن ماجۃؒ ج۱ص۱۴۱ط دارالفکر بیروت، فتح الباری علی شرح صحیح البخاریؒ لاحمد بن حجر العسقلانیؒ ج۱ ص۲۶۹، ۲۷۰ط دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ، حاشیۃ محمد بن عبدالہادی السندیؒ (۱۱۳۸ھ) ج۱ص ۳۶۵، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاریؒ لبدرالدین العینیؒ (م۸۵۵ھ) ج۴ص۲۷۳، ۲۷۴)

بذات خود غیر مطلوب اعمال

۞اسی ضمن میں وہ اعمال بھی آتے ہیں جو بذات خود مطلوب نہیں ہیں؛ بلکہ کسی وقتی ضرورت یا عذر کی بنا پر ان کی اجازت دی گئی ہے، علامہ بدرالدین عینیؒ رقمطراز ہیں:

ومایستحب فیه التیاسر لیس من الافعال المقصودة بل هی إما تروك وإما غیر مقصودة (عمدۃ القاری ج۴ص۲۷۴)

ترجمہ: جن اعمال کو بائیں سے شروع کرنا مستحب ہے وہ افعال بذات خود مقصود نہیں ہوتے؛ بلکہ یا تو وہ تروک کے قبیل سے ہیں یا بذات خود غیر مقصود ہیں۔

اس کی مثال میں انگوٹھی یا گھڑی وغیرہ کے استعمال کو پیش کیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ فقہاء نے انگوٹھی کے بارے میں تصریح کی ہے کہ مردوں کے لیے اس کی اجازت ضرورت کی بنا پر دی گئی ہے؛ کیونکہ یہ دھات کا استعمال ہے، جو قباحت سے خالی نہیں، اسی لیے سلطان، قاضی اور صاحب ضرورت کے علاوہ دیگر اشخاص کے لیے اس کے استعمال کو مکروہ یا کم از کم خلاف افضل قرار دیا گیا ہے، (دیکھیے: حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار لابن عابدینؒ ج۶ ص۳۶۱ ط دار الفکر بیروت ۲۰۰۰ء، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر لعبدالرحمٰن شیخی زادہؒ (م ۱۰۷۸ھ) ص ۱۹۷ ج ۴ ط دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸ء وغیرہ)

ظاہر ہے کہ گھڑی تو اس سے بھی فروتر چیز ہے اور عہد نبوت کے بہت بعد کی ایجاد ہے، انگوٹھی پر قیاس کرکے بوجہ ضرورت مردوں کے لیے اس کی اجازت دی گئی ہے۔

دائیں یا بائیں سے شروع ہونے والے اعمال کی حقیقت

❁ دوسری بات یہ ہے کہ دائیں یا بائیں سے شروع ہونے والے اعمال کی جو بحث آتی ہے وہ مرکّب قسم کے اعمال میں آتی ہے، یعنی ایسے افعال جو دائیں اور بائیں دونوں جانب پر بالترتیب مکمل ہوں، اس بحث میں وہ اعمال داخل نہیں ہیں جن کو اصطلاح میں عمل بسیط کہا جاسکتا ہے، یعنی جس کی تکمیل کے لیے دونوں جانب کی ضرورت نہیں ہوتی؛ بلکہ صرف ایک جانب پر مکمل ہوجاتا ہو، مثلاً ہاتھ میں انگوٹھی پہننا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اور یہ آپ کے مستقل معمولات میں شامل تھا؛ لیکن بیک وقت دونوں ہاتھوں میں آپ انگوٹھیاں نہیں پہنتے تھے؛ بلکہ کسی ایک ہاتھ میں پہنتے تھے اور روایات سے ثابت ہے کہ زیادہ تر بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

اسی طرح اس بحث میں وہ اعمال بھی نہیں آتے جس کو ایک ساتھ دونوں جانب کیا جاسکتا ہو، مثلاً وضو میں دونوں رخسار ایک ساتھ دھونا، اسی طرح دونوں کانوں پر ایک ساتھ مسح کرنا ممکن ہے، ایسے اعمال میں دائیں یا بائیں کسی جانب کو ترجیح نہ ہوگی؛ بلکہ دونوں کو ایک ساتھ کیا جائے گا، چنانچہ وضو کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ دونوں رخسار کو ایک ساتھ دھوتے تھے وغیرہ.... اسی لیے شارحین حدیث نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابتدا بالیمین کے مسئلے میں صرف ایسے اعمال داخل ہیں جن کو دائیں اور بائیں ایک ساتھ انجام دینا ممکن نہ ہو،

علامہ سندھیؒ رقمطراز ہیں:

یحب التیمن ای الابتداء بالیمین ای لم یعهد فیه المقارنة ویکون من باب التشریف (حاشیة السندیؒ علیٰ سنن ابن ماجۃ ج۱ص ۳۶۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ دایاں سے آغاز کرنا پسند فرماتے تھے یعنی ایسے اعمال میں جن کو ایک ساتھ کرنا متعارف نہ ہو اور قابل تکریم ہوں۔

اسی لیے حضرت عائشہؓ والی روایت میں ''فی شانہٖ کلہٖ'' کا جملہ اگرچہ کہ بظاہر عام ہے؛ لیکن باتفاق محدثین اس کا مصداق عام نہیں ہے؛ بلکہ اس میں صرف وہ اعمال داخل ہیں، جن کا تذکرہ بحث نمبر۲ کے ضمن میں کیا گیا۔

تیمن کا مفہوم

❁ اسی لیے روایت عائشہ میں ''تیمن'' کا معنی ''دائیں کو اختیار کرنا نہیں'' بلکہ ''دائیں سے شروع کرنا'' ہے، اصحاب لغت نے اس کی وضاحت کی ہے (دیکھیے الصحاح للجوہری، المصباح المنیر، غریب القرآن للراغب الاصفہانی، لسان العرب لابن منظور مادہ یمن)

شارحین حدیث نے بھی اسی معنی کو ترجیح دی ہے'' (دیکھئے، حاشیۃ الالبانی علیٰ ابن ماجۃؒ ج۱ ص ۱۴۱ط دارالفکر بیروت، فتح الباری علی شرح صحیح البخاری لاحمد بن حجر العسقلانیؒ ج۱ص ۲۶۹، ۲۷۰ط دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ، حاشیۃ محمد بن عبدالہادی السندیؒ (۱۱۳۸ھ) ج۱ص ۳۶۵، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری لبدرالدین العینی (م۸۵۵ھ) ج۴ص ۲۷۳،۲۷۴)

ہاتھ میں انگوٹھی یا گھڑی پہننے کا مسئلہ

ہاتھ میں انگوٹھی یا گھڑی پہننے کا مسئلہ اس عام ضابطے میں داخل نہیں ہے جس کے تحت کوئی قابل تکریم عمل دائیں جانب سے شروع کیا جاتا ہے؛ اس لیے کہ یہ عمل بسیط ہے عمل مرکب نہیں، یعنی یہ عمل دائیں اور بائیں دونوں جانب نہیں کیا جاتا؛ بلکہ کسی ایک جانب ہی پورا ہو جاتا ہے، اور دائیں یا بائیں سے شروع کرنے کی بحث وہاں آتی ہے جہاں عمل ایک جانب سے شروع ہو کر دوسری جانب ختم ہو۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ انگوٹھی یا گھڑی کا استعمال بظاہر قابل تکریم عمل ہے، مگر بلاضرورت اس کے استعمال کو پسند نہیں کیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں عموماً دھات سے تیار ہوتی ہیں، اسی لیے فقہاء اسلام نے مردوں کے لیے بلاضرورت اس کے استعمال کو مکروہ یا کم از کم خلاف

افضل قرار دیا ہے، (عورتوں کا استثنا ہے) اس لیے عام قابل تکریم اعمال کے زمرہ میں اس کو نہیں ڈالا جاسکتا بلکہ اصول کے مطابق ناپسندیدہ ہونے کی بنا پر اس کا استعمال بائیں جانب ہی مناسب ہے، یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر روایات کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی بائیں ہاتھ میں استعمال فرماتے تھے۔

انگوٹھی کے تعلق سے روایات

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یسارہٖ و کان فصہٗ فی باطن کفہ.

(سنن ابی داوٗد ج ۴ ص ۱۴۶ حدیث نمبر ۴۲۲۹ ط دار الکتاب بیروت، السنن الکبریٰ للبیہقیؒ ج ۴ ص ۱۴۲ ط دائرۃ المعارف حیدرآباد طبع اول ۱۳۴۴ھ)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہوتا تھا۔

❁ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہوتی تھی (صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۵۲ حدیث نمبر ۵۶۱۰ ط دار الجیل بیروت، السنن الکبریٰ للبیہقیؒ ج ۴ ص ۱۴۲ حدیث نمبر ۸۱۸ ۷ ط دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۴۴ھ، شعب الایمان للبیہقی ج ۸ ص ۳۶۹ حدیث نمبر ۵۹۵۳ ط مکتبۃ الرشد ریاض بتعاون الدار السلفیۃ ممبئ طبع اول ۲۰۰۳ء)

اس مضمون کی متعدد روایات کتب حدیث میں موجود ہیں، بعض روایات میں دائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہننے کا تذکرہ موجود ہے (دیکھیے سنن ترمذی ج ۴ ص ۲۲۸ حدیث نمبر ۱۷۴۲ ط احیاء التراث العربی بیروت)

معمولات صحابہ وسلف صالحین

❁ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر صحابۂ کرامؓ کا معمول بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا تھا، مثلاً:

❁ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں معتبر طور پر ثابت ہے کہ وہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے (البحر الرائق لابن نجیمؒ (م ۹۷۰ھ) ج ۲ ص ۱۲۷، حاشیۃ العدوی علیٰ کفایۃ الطالب الربانی لعلی الصعیدی العدوی المالکیؒ (م ۱۱۸۹ھ) ج ۸ ص ۹۶ ط دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت حسینؓ بھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی استعمال کرتے تھے، (السنن الکبریٰ للبیہقیؒ ج۴ص۱۴۲ط دائرۃ المعارف حیدر آباد طبع اول ۱۳۴۴ھ، المعجم الکبیر للطبرانیؒ ج۳ص۲۳، ۱۰۱ حدیث نمبر ۲۵۴۰، ۲۷۹۸ط مکتبۃ العلوم والحکم موصل ۱۹۸۳ء)

❁ البتہ صحابۂ کرامؓ میں صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے (سنن ترمذی ج۴ص۲۲۸)

❁ یونس بن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت قیس بن ابی حازمؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن اسودؒ، اور امام شعبیؒ جیسے متعدد اکابر کو دیکھا کہ ان کے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی ہوتی تھی، (حاشیۃ ردالمحتار لابن عابدینؒ ج۶ص۳۶۱ط دارالفکر للطباعۃ والنشر بیروت ۲۰۰۰ء)

❁ حضرت امام مالکؒ بھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے (حاشیۃ العدوی علیٰ کفایۃ الطالب الربانی ج۲ص۳۶۰)

علامہ علاء الدین کاسانیؒ (م۵۸۷ھ) اور دیگر کئی فقہاء کا مشاہدہ یہ ہے کہ عرف دونوں طرح کا رہا ہے، بعض لوگ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اور بعض لوگ بائیں ہاتھ میں (بدائع الصنائع ج۱۳ص۴۳۶ط دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۶ء)

انگوٹھی کے بارے میں فقہاء کا مسلک

جہاں تک فقہی روایات کا معاملہ ہے، تو جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مرد کے لیے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے؛ بلکہ بعض علماء احناف نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کے استعمال کو مکروہ کہا ہے، اور بعض نے اس کو اہل فساد کی علامت قرار دیا ہے؛ لیکن حق بات یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک دائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہننا بلا کراہت جائز ہے، گو افضل یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں استعمال کی جائے (دیکھیے: ردالمحتار علی الدرالمختار ج۶ص۳۶۱ط دارالفکر بیروت ۲۰۰۰ء، تبیین الحقائق للزیلعیؒ ج۱۶ص۳۵۱، البحرالرائق لابن نجیمؒ (م۹۷۰ھ) ج۲۲ص۱۲۷، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی لبرہان الدین مازہؒ ج۵ص۲۰۱ؒ ط داراحیاء التراث بیروت، دررالحکام شرح غررالاحکام لملاخسروؒ (م۸۸۵ھ) ج۳ص۱۷۴، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر للشیخی زادہؒ (م۱۰۷۸ھ) ج۴ص۱۹۷ط دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸ء وغیرہ)

❁ مالکیہ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے؛ بلکہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ان کے نزدیک مکروہ ہے۔

”قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے موطا کی شرح القبس میں لکھا ہے کہ اگر چہ کہ رسول اللہ ﷺ سے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے؛ لیکن اکثر روایات اس طرف ہیں کہ آپ ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے؛ اس لیے آپ ﷺ کی اتباع میں بائیں ہاتھ میں پہننا مسنون ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کے استعمال سے عجب کم پیدا ہوتا ہے، نیز دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی صورت میں دیگر امور میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ ((حاشیۃ العدوی علیٰ کفایۃ الطالب الربانی لعلی الصعیدی العدوی المالکیؒ (م۱۱۸۹ھ) ج ۲ ص ۵۸۸ ط دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ، الفواکہ الدوانی علیٰ رسالۃ ابن ابی زید القیروانیؒ (م۱۱۲۶ھ) ج ۱ ص ۹۶ ط مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، البیان والتحصیل لابن رشد القرطبیؒ (م۴۵۰ھ) ج ۱ ص ۳۱۳ ط دارالغرب الاسلامی بیروت ۱۹۸۸ء، شرح مختصر الخلیل للخرشیؒ (م۱۱۰۱ھ) ج ۱ ص ۴۵۶)

❁ حنابلہ بھی پوری طرح حنفیہ کے ہم خیال ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کے بقول انہوں نے دائیں ہاتھ والی روایات حدیث کو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ کمزور یا منسوخ ہیں (دیکھئے الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب الامام احمد بن حنبلؒ لعلاء الدین المرداوی الدمشقی (م۸۸۵ھ) ج ۳ ص ۱۰۳ طبع اول ۱۴۱۹ھ دار احیاء التراث بیروت، کشاف القناع ج ۲ ص ۲۳۶، مطالب اولی النہی ج ۲ ص ۹۲)

البتہ اکثر فقہاء شافعیہ کے نزدیک دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی فضیلت زیادہ ہے، اگر چہ کہ بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے؛ لیکن دائیں ہاتھ کی عمومی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو یہ خصوصیت حاصل ہو؛ جبکہ بعض شافعیہ کی رائے یہ بھی ہے کہ بائیں ہاتھ میں ہی انگوٹھی پہننا افضل ہے، ان حضرات کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ وہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے (دیکھیے: المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۴۶۲، ۴۶۳، الاقناع ج ۱ ص ۲۲۱ للخطیب الشربینیؒ (م۹۷۷ھ) ط دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ، حواشی الشروانیؒ والعبادیؒ ج ۳ ص ۲۷۶، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین للنوویؒ (م۶۷۶ھ) ج ۲ ص ۶۹ ط المکتب الاسلامی ۱۴۰۵ھ، مغنی المحتاج للشربینیؒ ج ۱ ص ۳۰۹ ط دارالفکر بیروت، نہایۃ المحتاج للرملیؒ (م۱۰۰۴ھ) ج ۳ ص ۹۲ ط دارالفکر بیروت ۱۹۸۴ء، الحاوی للفتاویٰ للسیوطیؒ ج ۱ ص ۲۷۵ ط دارالکتب العلمیۃ ۲۰۰۰ء، اسنی المطالب للانصاریؒ ج ۱ ص ۲۷۸ ط دارالکتب العلمیۃ ۲۰۰۰ء، حاشیۃ اعانۃ الطالبین للدمیاطیؒ (م بعد ۱۳۰۲ھ) ج ۲ ص ۱۵۶ ط دارالفکر بیروت، وغیرہ)

انگوٹھی اور گھڑی کا حکم ایک ہے

یہ تصریحات گو انگوٹھی کے بارے میں ہیں لیکن گھڑی کا حکم بھی اس سے مختلف نہیں ہے، اس لیے کہ اپنی ساخت اور معنویت کے لحاظ سے دونوں میں بڑی یکسانیت ہے، دونوں کی ساخت ایسی دھات سے ہوتی ہے جس کا استعمال عام حالات میں بلاضرورت مردوں کے لیے پسندیدہ نہیں ہے، بعض علماء عرب نے اس کی صراحت کی ہے اور انھوں نے اپنے مسلک حنبلی کے مطابق گھڑی بھی بائیں ہاتھ میں استعمال کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔

شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ) ماضی قریب کے اکابر علماء عرب میں گزرے ہیں، تحریر کرتے ہیں:

هل يسن الخاتم فى اليسار او اليمين؟ الجواب: قال الامام احمدؒ اليسار افضل لثبوته وضعف الاحاديث الواردة عن الرسول ﷺ أنهٗ كان يتختم باليمين، ويوخذ من هٰذه المسئلة أن وضع الساعة فى اليد اليمنىٰ ليس افضل من وضعها فى اليد اليسرىٰ، لان الساعة اشبه ماتكون بالخاتم...... (الشرح الممتع علىٰ زاد المستقنع لمحمد بن صالح العثیمینؒ ج ۶ ص ۱۱۰ ط دار ابن الجوزی طبع اول ۱۴۲۲-۱۴۲۸ھ)

ترجمہ: سوال: انگوٹھی بائیں ہاتھ میں مسنون ہے یا دائیں میں؟ الجواب: امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ بائیں میں افضل ہے؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت موجود ہے، اور دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے والی روایات کمزور ہیں، اور اسی سے گھڑی کا مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ دائیں کے بجائے بائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے؛ اس لیے کہ گھڑی انگوٹھی سے بڑی مماثلت رکھتی ہے۔

شیخ عثیمینؒ نے عقل وفکر کے اعتبار سے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے، وہ کہتے ہیں کہ بائیں ہاتھ میں گھڑی کے استعمال میں زیادہ راحت وآسانی ہے،.... گھڑی دیکھنا آسان ہوتا ہے،.... اسی طرح دائیں ہاتھ میں گھڑی کے خراب ہونے کا اندیشہ زیادہ ہے؛ اس لیے کہ دائیں ہاتھ اکثر اوقات حرکت میں رہتا ہے (حوالہ بالا)

معانقہ کا مسئلہ

معانقہ دائیں طرف کرنا مسنون ہے یا بائیں طرف؟.... احادیث پاک، آثار صحابہ اور سلف صالحین کی تعلیمات میں کہیں اس کی طرف اشارہ موجود نہیں ہے۔

دراصل عہد نبوت میں معانقہ کا عام رواج نہیں تھا، خاص موقعوں پر ہی کوئی کسی سے معانقہ

کیا کرتا تھا، عام طور پر سفر سے واپسی پر یا طویل وقفہ کے بعد ملاقات پر معانقہ کیا جاتا تھا، خود نبی کریم ﷺ سے بھی صرف چند بار ہی معانقہ کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً:

❁ ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہے بیان فرماتی ہیں:

قدم زید بن حارثة المدینة ورسول الله ﷺ فی بیتی فأتاه فقرع الباب فقام إلیه رسول الله ﷺ عریاناً یجر ثوبهٗ والله مارأیتهٗ عریاناً قبلهٗ ولابعدهٗ فاعتنقهٗ وقبلهٗ (سنن ترمذیؒ مع الالبانی ج۶ص ۷۶ط داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: زید بن حارثہؓ مدینہ واپس ہوئے اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے، انہوں نے آکر دروازہ پر دستک دی تو رسول اللہ ﷺ ان کے لیے اپنے کپڑے کھینچتے ہوئے ننگے ہی اٹھ کھڑے ہوئے، (یعنی کاندھے اور پیٹھ پر کپڑے نہیں تھے) میں نے اس طرح برہنہ حالت میں باہر نکلتے ہوئے آپ ﷺ کو نہ اس سے قبل دیکھا اور نہ اس کے بعد دیکھا، آپ ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

❁ دوسری روایت حضرت ابوذر غفاریؓ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

مالقیتهٗ قط إلا صافحنی وبعث إلیَّ ذات یوم ولم اکن فی اهلی فلماجئت اخبرت أنهٗ أرسل إلیَّ فأتیتهٗ وهو علیٰ سریره فالتزمنی فکانت تلك اجود واجود (سنن ابی داؤد ج۴ص ۵۲۲ط دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہر ملاقات پر مجھے مصافحہ کا شرف عنایت فرماتے تھے، ایک بار آپ نے مجھے بلا بھیجا؛ لیکن میں اپنے گھر میں موجود نہیں تھا، گھر واپس آیا، تو خبر ملی، میں دوڑا ہوا خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، آپ چارپائی پر تھے، آپ نے مجھے سینے سے لگالیا، پس اس سے اچھی کیا بات ہوتی۔

❁ تیسری روایت حضرت عبداللہ بن جعفر کی ہے وہ اپنے والد حضرت جعفرؓ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ:

لما قدمنا علی النبی ﷺ من عند النجاشی تلقانی فاعتنقنی (شرح معانی الآثار للطحاویؒ ج۴ص ۲۸۱ط دارالکتب العلمیة بیروت ۱۳۹۹ھ)

ترجمہ: جب ہم لوگ نجاشی کے پاس سے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے

مجھ سے ملاقات کی اور معانقہ فرمایا۔

❁ حضرت ابوہریرۃؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی سے رسول اللہ ﷺ نے معانقہ فرمایا (شرح السنۃ للامام البغویؒ ج ۱۲ص ۲۹۰ ط المکتب الاسلامی دمشق بیروت ۱۹۸۳ء)

ان روایات سے معانقہ کا ثبوت ملتا ہے؛ جبکہ اس کے برعکس حضرت انسؓ کی ایک روایت میں معانقہ سے منع کیا گیا ہے:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ:

قلنا یارسول الله ﷺ !أینحنی بعضنا لبعض قال لا قلنا أیعانق بعضنا بعضاً قال لا ولکن تصا فحوا (ابن ماجۃ مع حاشیۃ السندیؒ (م ۱۱۳۸ھ) ج ۷ص ۱۰۷)

ترجمہ: ہم نے عرض کیا یارسوال اللہ! کیا کوئی کسی کے لیے بوقت ملاقات جھک سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، ہم نے پوچھا، کیا ہم ایک دوسرے سے معانقہ کرسکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں؛ البتہ مصافحہ کرو۔

علامہ سندھیؒ نے اس پر حاشیہ لگایا ہے کہ معانقہ کی ممانعت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ معانقہ کبھی کبھی خاص مواقع پر اظہارِ مسرت یا اظہارِ خصوصیت کے لیے کیا جاتا ہے، ہمیشہ نہیں، (حوالہ بالا)

امام ابومنصور ماتریدیؒ نے یہ تاویل کی ہے کہ جو معانقہ سفلی جذبات کے تحت کیا جائے وہ ممنوع ہے اور جو بطور عزت وکرامت اور پاکیزہ جذبات کے ساتھ ہو، وہ درست ہے (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعیؒ ج ۶ص ۲۵ ط دار الکتب الاسلامی بیروت ۱۳۱۳ھ)

بعض صحابہؓ اور تابعینؒ سے بھی معانقہ ثابت ہے؛ مگر عموماً یہ معانقہ کسی سفر سے واپسی پر یا خاص موقع پر ہوتا تھا، امام شعبیؒ بیان فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ باہم ملاقات پر صرف مصافحہ کرتے تھے؛ البتہ سفر سے واپسی پر ملاقات ہوتی تو معانقہ کرتے تھے ((شرح معانی الآثار للطحاویؒ ج ۴ ص ۲۸۱ ط دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳۹۹ھ)

بعض حضرات کے ناموں کی بھی صراحت ملتی ہے مثلاً:

❁ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے معانقہ کیا (مصنف ابن ابی شیبۃؒ ج ۶ص ۱۳۹)

❁ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے شام کا سفر کیا اور وہاں حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے

ملاقات ہوئی تو دونوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا (الادب المفرد للبخاریؒ ج ۱ص ۳۴۷ ط دارالبشائرالاسلامیۃ بیروت ۱۹۸۹ء)

❁ حضرت سلمان فارسیؓ (غالباً کسی سفر سے) تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، حضرت ابوالدرداءؓ نے دیکھا تو اٹھ کر معانقہ کیا (شرح السنۃ للامام البغویؒ ج ۱۲ص ۲۹۰ ط المکتب الاسلامی دمشق بیروت ۱۹۸۳ء)

❁ حضرت عمرو بن میمونؒ اور اسود بن یزیدؒ کی ملاقات ہوئی تو دونوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔

❁ ابومجلزؒ اور خالد الاشجؒ نے بوقت ملاقات ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔

❁ حضرت صلۃ بن اشیمؒ کے اصحاب جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے وغیرہ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃؒ ج ۶ص ۱۳۹)

یہ معانقہ کے قلیل الوقوع ہونے کی علامت ہے کہ جب کوئی ممتاز شخص کسی سے معانقہ کرتا تو اس کو محسوس کیا جاتا تھا۔

اسی لیے امام مالکؒ جیسے عظیم شخص کو مرکز علم وایمان میں رہتے ہوئے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ حکم عام ہے، اور نہ حضرت جعفرؓ کے علاوہ کسی سے حضور ﷺ کے معانقہ کی ان کو خبر ہوسکی؛ اسی لیے ایک ملاقات پر جب حضرت سفیان بن عیینہؒ نے ان سے معانقہ کرنا چاہا تو انھوں نے صاف معذرت کردی اور اس کو بدعت قرار دیا، حضرت سفیانؒ نے حضرت جعفرؓ والے واقعہ کا حوالہ دیا تو اس کو امام مالکؒ نے ان کی خصوصیت قرار دیا، ابن عیینہؒ نے اس کے جواب میں کہا کہ خصوصیت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور کسی بھی حکم میں اصل یہ ہے کہ وہ عام ہو خاص نہ ہو، اس پر امام مالکؒ خاموش ہوگئے (عمدۃ القاری شرح البخاری للعینیؒ ج ۷ اص ۴۱ ،شرح صحیح البخاری لابن بطال القرطبیؒ ج ۹ص ۴۹ ط مکتبۃ الرشد الریاض ۲۰۰۳ء)

خود حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام محمدؒ کو اس باب میں کافی تذبذب تھا، انھوں نے اس کو مکروہ قرار دیا، گو اس معاملہ میں مفتی بہ قول حضرت امام ابویوسفؒ کا ہے، ان کے نزدیک معانقہ کی اجازت ہے، (شرح معانی الآثار للطحاویؒ ج ۴ص ۲۸۱ ط دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۳۹۹ھ، بدائع الصنائع للکاسانیؒ ج ۱۱ص ۳۶۲ ط دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶ء، تبیین الحقائق للزیلعیؒ ج ۶ص ۲۵ ط دارالکتب الاسلامی قاہرہ ۱۳۱۳ھ)

معانقہ کا طریقہ

ان تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معانقہ دراصل کسی سے اپنی بے پناہ محبت اور شدت جذبات کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے، جو زیادہ سے زیادہ جواز کی حد تک جاسکتا ہے؛ مگر اس کے لیے وہ فضائل ومناقب نہیں ہیں جو مصافحہ کے لیے وارد ہوئے ہیں، اور اسی لیے معانقہ کے تعلق سے ہمیں وہ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں جو مصافحہ کے تعلق سے موجود ہیں، مصافحہ کا طریقہ اور کیفیت بھی کتابوں میں موجود ہے؛ اس لیے کہ اس کی فضیلت بھی ہے اور ضرورت بھی (دیکھیے ردالمحتار لابن عابدینؒ ج۶ ص۳۸۲ ط دارالفکر بیروت ۲۰۰۰ء)؛ لیکن معانقہ کے سلسلے میں حدیث وفقہ اور اخلاقیات کی ساری کتابیں خاموش ہیں؛ اس لیے معانقہ کا طریقہ کیا ہوگا؟ معانقہ ایک بار کافی ہے یا تین بار؟ وغیرہ اس طرح کے تمام سوالات کا جواب دینے سے عہد جدید کے اکثر محقق علماء نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے اور ان کو عرف وعادت اور صوابدید کے حوالہ کردیا ہے؛ اس لیے کہ شریعت میں جس عمل کے لیے کوئی مخصوص ہیئت موجود نہیں ہے، اس کو ظن وتخمین کے ذریعہ کسی خاص شکل کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔

علماء عرب کی ایک جماعت نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ شروحات حدیث اور لغت کی کسی کتاب میں معانقہ کا طریقہ ہمیں نہیں ملا، اگر کسی صاحب کو معلوم ہو تو براہ کرم ہماری رہنمائی کریں (الدررالسنیۃ ومسائل نجدیۃ لمجموعۃ من علماء نجد الاعلام ج۸ ص۲۳۱)

فتاویٰ الشبکۃ الاسلامیۃ میں ہے کہ معانقہ میں کسی عدد کی صراحت نہیں ہے؛ اس لیے حدود کی رعایت کرتے ہوئے ایک بار بھی کرسکتے ہیں اور ایک سے زائد بار بھی (ج۹ ص۱۰۰۸)

مکہ مکرمہ کے محکمۂ قضا کے قاضی ہانی بن عبداللہ الجبیر نے ایک سوال کے جواب میں لکھا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ عہد نبوی میں معانقہ کس طرح کیا جاتا تھا؟ یہ اعمال تعبدیہ میں سے نہیں ہے، اس لیے عرف اور احوال زمانہ کے مطابق اس کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں (فتاویٰ واستشارات موقع الاسلام الیوم ج۱۳ ص۱۰۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے معانقہ تو ثابت ہے؛ لیکن اس کا طریقہ نہیں، اس لیے جس عرف میں جو طریقہ رائج ہو اس کو سند جواز دی جائے گی، رہا یہ کہ بہتر طریقہ کیا محسوس ہوتا ہے؟ تو یہ احساس بھی ذوق ومزاج اور زمان ومکان کے فرق سے مختلف ہوسکتا ہے۔

❁ کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اکثر اعمال میں دائیں سے آغاز کرنا پسند تھا،

اس لیے معانقہ دائیں جانب ہونا چاہیے۔

❁ لیکن کچھ لوگ اس کے مقابلے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوئی دائمی اصول نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دائیں سے ابتدا عموماً ایسے اعمال میں پسندیدہ مانی گئی ہے جو باعث فضیلت ہو؛ جبکہ معانقہ صرف درجۂ جواز کی چیز ہے درجۂ فضیلت کی نہیں؛ بلکہ بعض فقہاء اس کی کراہت کے بھی قائل ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ اس کو بائیں جانب انجام دیا جائے۔

میرا اپنا احساس اس ضمن میں اپنے مطالعات اور اکابر کے مشاہدات کی روشنی میں یہ ہے کہ معانقہ کو بائیں طرف سے کرنا زیادہ قرین قیاس اور معانقہ کی روح ومزاج سے قریب تر ہے، اس لیے کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا جاچکا ہے کہ ملاقات کی ابتدا سلام سے اور اس کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے، اس سے آگے کوئی مرحلہ باقی نہیں ہے؛ البتہ کسی انتہائی محبوب شخصیت کو رخصت کرتے وقت، یا سفر سے واپسی یا لمبے عرصہ کی ملاقات پر دل میں جو محبت کے جذبات امنڈ پڑتے ہیں معانقہ ان کی تسکین کا بڑا ذریعہ بنتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ معانقہ اس طرح انجام دیا جائے کہ قلب قلب سے مل جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب معانقہ بائیں طرف کیا جائے، یہ طریقہ میرے نزدیک معانقہ کی روح اور مقاصد ملاقات کے زیادہ قریب ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

❁ ❁ ❁